جلد01شمارہ19، 2026

Article

"The Philosophy of Existentialism in the Poetry of Anis Nagi"

انیس ناگی کی شاعری میں فلسفہ وجودیت

Dr. Sadaf Naqvi
Assistant Professor, Department of Urdu, Government College Women University, Faisalabad

ڈاکٹر صدف نقوی

گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Copyright: © 2025 by the authors.

Abstract:

From the very classical age, Urdu poetry has been marked by a strong sense of inwardness. Long before the formal advent of the existentialist movement, elements of existential thought were already discernible in our poetic tradition. Existentialism, essentially, is a movement concerned with inner conflict and the tensions of the self, and its philosophical dimensions found expression primarily through literary writings.

Anis Nagi was a multidimensional writer whose work bears the imprint of life's realities and deep psychological complexities. He wrote predominantly in verse, and his poetry vividly articulates the anguish of the individual's existential crisis. His personal life, too, was fraught with similar experiences of deprivation and frustration.

The poetry of Anis Nagi unfolds in two phases: the first reflects an intense confrontation with existential suffering, while the second gestures toward a release from anxiety and inner turmoil. A pronounced sense of human helplessness permeates his verse, and the full range of themes associated with existential crisis finds powerful expression in his poetry.

Keywords:
Anis Nagi, Existentialism, Complexities, Psychological, Frustration

عصر حاضر کی تحریکوں میں وجودیت کی تحریک نے ہر شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا ہے۔ علم وادب ہو یا عمرانیات ونفسیات تمام شعبوں پر وجودیت کے نقوش نظر آتے ہیں۔ وجودی نقادوں نے اپنے خیالات کی ترسیل کے لیے زیادہ تر شاعری، ڈرامہ اور ناول جیسے ادبی وسیلوں سے کام لیا ہے۔

اُردو شاعری میں کلاسیکی عہد سے ہی داخلیت کا عنصر نمایاں رہا ہے۔ وجودی تحریک کے آغاز سے پہلے ہی ہماری شاعری میں وجودیت کے عناصر دکھائی دیتے ہیں۔ انسان کیا ہے؟ انسان کی اہمیت کیا ہے؟ یہ تمام سوالات اُردو شاعری کے آغاز سے ہی نظر آتے ہیں۔ تاہم یہ معاشرہ خدا مرکز معاشرہ تھا۔ لہٰذا تمام مسائل خدا اور تصورِ تقدیر سے وابستہ نظر آتے تھے۔

اس معاشرے کی فکر مذہب اور تصوف پر قائم تھی لہٰذا ہمیں ان کی شاعری میں حیات انسانی کے فانی ہونے کا تاثر غالب نظر آتا ہے۔

وجودیت عربی لفظ "وجود" سے مشتق ہے۔

Oxford English Urdu Dictionary میں اس کے معنی کچھ یوں ہیں:

"وجودیت ایک فکری نظریہ ہے جو انسانی فرد کے وجود پر زور دیتا ہے جو ایک آزاد فرد کی حیثیت سے جینے کا حق رکھتا ہے۔"[1]

وجودی مفکرین وجودیت کی دو صورتیں "To Exit" اور "To Live" کی نشاندہی کرتے ہیں۔ وجودیت پسند اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم اپنی پیدائش کے بعد ہی یہ حق حاصل ہے کہ ہم اپنے تمام تر شعور، آگہی، داخلی کیفیات، ذاتی جذبات وغیرہ کے ساتھ آزادانہ طور پر زندگی بسر کریں۔ ہم اپنی مرضی سے زندگی گزاریں اپنی "To Exist" ہے۔ دوسری صورت میں ہم اس دنیا میں عام سی زندگی بسر کرتے ہیں جس میں ہمارے ذاتی شعور اور آگہی کا دخل نہیں ہوتا یہ صورت "To Live" کی ہے۔

James Mallory وجودیت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Existentialism, A Philosophical movement which hold that there is no fixed human nature, that man is free act as he will and that this is the source of his anguish."[2]

دراصل وجودیت باطن کی کش مکش کے متعلق تحریک تھی جس کا مقصد اس بات کا اظہار یہ تھا کہ انسان تنہائی اور محرومی کا شکار ہے۔ وجودیت کا فلسفہ ادبی تحریروں کے ذریعے سامنے آیا۔ وجودیت کے فلسفے کا سب سے بڑا مفکر کیئرکیگارڈ (Kierkegard) تھا۔ سارتر

نے اس فلسفے کو فروغ دیا اور اس کے اہم مفکرین میں کانٹ، ہیگل، مارکس، ڈیکارٹ، ہیرل، پاسکل، نٹشے، فریڈرک، ہائیڈگر، البرٹ کامیو اور کولن ولسن وغیرہ کے نام اہم ہیں۔

اُردو ادب میں ہمیں آغاز سے ہی وجودیت کے آثار کار فرما نظر آتے ہیں۔ جہاں تک انیس ناگی کا تعلق ہے تو وہ ہمہ جہت ادیب تھے اور البرٹ کامیون، فرانز کافکا اور کئی مغربی ادیبوں سے متاثر تھے۔ ان کی تحریروں میں زندگی سے جڑے ہوئے مسائل اور نفسیاتی الجھنوں کا اثر نمایاں ہے۔

انیس ناگی بیک وقت ناول نگار، افسانہ نگار، شاعر، محقق اور نقاد تھے۔ اُن کے کئی ناول، افسانوی مجموعے اور تحقیق و تنقید سے متعلق کتب شائع ہوئیں۔ اُن کے کئی شعری مجموعے اور کلیات ہیں جن میں "وجودیت" کا رنگ غالب ہے۔ اُن کے شعری مجموعوں میں بشارت کی رات، غیر ممنوعہ نظمیں، نوحے، زرد آسمان، روشنیاں، بے خوابی کی نظمیں، آگ ہی آگ، ابھی کچھ اور، بے خیالی میں، بیابانی کے دن، صداؤں کا جہاں، درخت میرے وجود کا، جہنم ایک آندھی اور ایک کلیات "بیگانگی کی نظمیں" شامل ہے۔

انیس ناگی نے زیادہ تر نظمیں لکھی ہیں۔ اُن کی شاعری میں فرد کے وجودی بحران کا کرب نمایاں نظر آتا ہے۔ انیس ناگی فرد کی زندگی کے کرب، خوف، تنہائی اور محرومی کے احساس کو سامنے لائے ہیں۔ خود انیس کی زندگی بھی انہی محرومیوں کا شکار تھی۔

اُن کے شعری مجموعے "بے خیالی" سے ایک نظم کی چند لائنیں دیکھیے:

کبھی رات کا خوف ہے
کبھی ذات کا خوف ہے
کبھی موت کا خوف ہے
کبھی خوف کا خوف ہے
ہمارے لیے بس یہی زندگی ہے
ہم نے گھڑی باندھنی چھوڑ دی ہے [۳]

دراصل وقت سے بے نیاز ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے زندگی یعنی وجود سے بے نیاز ہو جانا ہے۔ انیس ناگی کی نظم میں انسانی شخصیت کے متنوع احساسات نظر آتے ہیں۔ جو آج کے انسان کی انا کو بے چارگی اور بے بسی کے احساس سے روشناس کراتے ہیں:

میرے واسطے زندگی میں فقط دیکھنے کے سوا

اور کوئی حقیقت نہیں ہے
اسی واسطے صبح سے شام تک دیکھتا ہوں
تجارت گھروں، کارخانوں، سکولوں میں ہاتھ اور لب
آزمائش کے بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں (۴)

انیس ناگی کی شاعری بیسویں صدی کے اُن تمام مسائل کو بیان کرتی ہے جنھوں نے عالمی حیثیت اختیار کر لی تھی جس میں سب سے پہلا مسئلہ انسان کا میکانکی زندگی اختیار کر لینا ہے۔ انسانی قدروں کی پامالی انیس ناگی کی شاعری میں نظر آتی ہے۔ انسان کا یہی نفسیاتی پن انسان کو اس طرح بے چین کرتا ہے کہ رات کو سونے کی بجائے وہ اُن تمام حقائق و مسائل پر غور شروع کر دیتا ہے:

مجھے جاگنا ہے تمام رات
کبھی ذات کی ہے مراقبت
کبھی دن کے ظلم کی سوچ میں
کبھی موت و دہشت کے خوف میں
میرے ذہن کا یہ حرم مگر
انہیں گردشوں میں اُجڑ گیا
نہ ملا مجھے وہ راستہ
جسے ڈھونڈتا ہوں میں رات دن
کبھی فلسفہ کی کتاب میں
کبھی صوفیوں کے لباس میں
کبھی افسروں کے دراز میں
میرے بے کلی کا جواب دو
مری ساعتیں قریب ہیں
مری زندگی کا حساب ہے
مرے شب و روز کا سوال (۵)

انیس ناگی کی شاعری میں اُن کے گھر کے ماحول کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ بہن بھائیوں کے ہوتے ہوئے بھی جس طرح تنہا زندگی بسر کی یہ اذیت اُن کی نظم ''تنہائی سے دوستی'' میں بھی نظر آتی ہے۔

میں تنہائی سے ڈرتا ہوں
اک بوجھ یہی تنہائی ہے
میں باہر جاتا ہوں
پھر واپس آجاتا ہوں
شام یونہی ڈھل جاتی ہے
میں ایک کتاب اُٹھاتا ہوں
اُس کے ورق اُلٹتا ہوں
صبح ہو جاتی ہے
وہ پھر آجاتی ہے(۶)

انیس ناگی کی نظم میں بے گانگی، لایعنیت کا احساس دکھائی دیتا ہے۔ آج کا دور مادیت کا دور ہے۔ انسان کی افادیت صرف اس قدر ہے کہ لوگ اُسے اپنی سہولت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ان حالات میں شاعر اُلجھن کا شکار ہو کر پکار اُٹھتا ہے:

شکر ہے دیکھنے کے لیے کچھ نہیں
شکر ہے سوچنے کے لیے کچھ نہیں
شکر ہے بولنے کے لیے کچھ نہیں
سوچ کر کیا کریں
سوچنا، دیکھنا، بولنا سب خرافات ہیں(۷)

وجودی مفکرین اجتماعی زندگی کے مقابلے میں "فرد" کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں۔ صنعتی دوڑ میں جب فرد کو لاکھوں لوگوں کے درمیان یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

سائنسی ایجادات اُسے کم مائیگی کا احساس دلاتی ہے۔ انسانی بے ثباتی میں اُسے اپنا آپ بے وقعت لگتا ہے۔ یہی احساسات ہمیں انیس ناگی کی شاعری میں دکھائی دیتے ہیں۔

میں مردمہر زندگی سے کیا طلب کروں
طلب تو ایک بحر ہے
یہ زندگی تو سانس کی لپکتی ایک لہر ہے

کہ وقت کا سفر گھڑی میں قید ہے(۸)

انیس ناگی اپنی شاعری کے ذریعے عہد حاضر کے پیچیدہ اور متنوع مسائل اور رویوں کو سامنے لائے ہیں کہ انسان کن حالات سے دوچار ہے۔ تنہائی کی اصطلاح انیس کی شاعری میں نامیاں نظر آتی ہے:

اوہ، وقت بے وفا نکلا!
اور ہم جنوبی ایشیا کی تنگ و نظر دنیا میں لوٹ آئے
جہاں تنہائی کی اسیری
لاحاصلی اور بے گانگی
ہماری منتظر تھی(۹)

انیس ناگی اس بات کو فرد کا المیہ قرار دیتے ہیں کہ ہر شخص اپنی ذات میں اُلجھا ہوا ہے۔ انیس ناگی تمام عمر کسی نامعلوم شے کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ انیس ناگی نے فرد کے اندر جھانک کر اُس کے المیہ کو بیان کیا ہے۔ تنویر ساغر انیس ناگی کی نظموں کے موضوعات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''انیس ناگی کے ہاں موضوعات کا تنوع ہے۔ انیس ناگی کی نظم تدریجی ارتقا کے دو مراحل پر مبنی ہے۔ پہلا مرحلہ اضطراب اور دوسرا اضطراب سے نجات ہے۔ پہلے مرحلے میں اضطراب، بے گانگی، دکھ، حزن، خوف، مایوسی شامل ہیں اور یہی وقوعات وجود کی تنہائی کے غماز ہیں جو آگے چل کر اُن کی نظم میں حبس اور گھٹن پر منتج ہوتے ہیں۔''(۱۰)

آج کا انسان خدا سے دور ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب یقین و ایمان کی جگہ بے یقینی نے لے لی ہے۔ انیس ناگی لکھتے ہیں:

جو کچھ بیت رہا ہے
تم نے دیکھا
تم بھی پتھر
میں بھی پتھر
جو کچھ بیت رہا ہے
تم بھی دیکھ رہے ہو
میں بھی دیکھ رہا ہوں
تم بھی پتھر

میں بھی پتھر
ہم دونوں دریا سے باہر
بھیگتے دو پتھر [۱۱]

جب تک انسان خدا سے دور ہے۔ اُس کی الجھنیں دور نہیں ہو سکتیں۔ دنیا احساس سے خالی ہو رہی ہے جس کا درد انیس محسوس کرتے ہیں۔ شاہین مفتی انیس ناگی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''وہ معاشرتی عدم توازن سے ناآسودگی محسوس کرتے ہوئے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہیں اور کاروباری منطقیت کے خلاف فراہم ہیں۔ وہ اجتماعی زندگی میں فرد کو تنہا پاتے ہیں۔ اجنبیت اور مغائرت اس تنہا فرد کو خود کلامی پر مجبور کرتی ہے۔''[۱۲]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اور اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے مگر بعض اوقات یہی انسان حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور ہوس کا پجاری بن کر مقام انسانیت سے گر جاتا ہے۔ انیس ناگی کی نظم ''ایک بھیانک کشف'' بھی ابن آدم کی اسی درندگی کی عکاس ہے۔

مرے کشف کا آئینہ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہوا
کان معدن کے ذرات میں مل گیا تھا
جب مجھے ہوش آئی تو میں اشتہا سے بکتا ہوا سوچتا تھا
کہ میں دوسروں کی طرح اشتہا کے جہنم میں جلتا رہوں گا
میں انسان سے ایک حیوان بن جاؤں گا اور
مری زندگی حاجتوں میں فقط ایک حاجت رہے گی[۱۳]

آج کی دنیا کا قانون یہ ہے کہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس، یہ نظام انسان کو خوف کا احساس بھی دلاتا ہے۔ ایسے میں فرد دوسرے فرد سے بات کرتا ہوا بھی گھبراتا ہے:

جمہوریت ہو آمریت
سب کتابی بحثیں ہیں
ایشیا میں زندگی کا یہ چلن ہے
جس کی لاٹھی بھینس اُس کی
آدمی کو آدمی کا خوف ہے[۱۴]

انیس ناگی کی شاعری میں انسان مجبور محض مخلوق ہے۔ جس پر وقت کا جبر نظر آتا ہے۔ جبر کا یہ تسلسل زمانوں پر محیط ہے۔ صدیوں کی شکست وریخت میں انسان ہو جاتا ہے۔ وقت کی اس بے رحمی کا کرب انیس ناگی کی شاعری میں نظر آتا ہے لیکن موت کا تصور انیس ناگی کے ہاں مختلف ہے۔ انفرادی سطح پر جب انیس ناگی رموز حیات و کائنات، احساس، مرگ، فنا اور زندگی میں لاحاصلی کے محرکات پر غور کرتا ہے تو یہ بے بسی اُس کے ہاں تنہائی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ انیس ناگی کی شاعری میں مایوسی، تنہائی تو ہے لیکن اس کے باوجود وہ احساسِ مرگ اور ہلاکت کو قبول نہیں کرتا۔

حیات بعد موت کا مجھے پتہ نہیں ہے
جبر کی مصیبتوں سے منتشر حیات بے ثبات ہے(۱۵)

انیس ناگی کی نظم ''ہم وقت کے شہزادے نہیں'' میں بھی موت کا ذکر اس انداز میں ملتا ہے کہ انسان موت کو لے کر خوف میں مبتلا ہے:

او موت! او موت!
ہم وقت کے شہزادے نہیں ہیں
کہ تو ابھی سے ہمارے نظام بدن میں علالتوں کی
سازشوں کے ہمارے ذہن میں اختلال کے
اور
ہمارے احساس میں پژمردگی کے جال بچھاتی جا رہی ہے(۱۶)

فرد کی زندگی محدود ہے۔ زندگی کے ساتھ فرد کا رشتہ اٹوٹ ہے لیکن اس کے ساتھ موت کا خوف اُسے مایوسی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ موت تو ہر جگہ انسان کا تعاقب کرتی ہے:

رات کی کھڑکی کھولو
دن کا در کھولو
یہ در کھولو
وہ در کھولو

سب در کھولو

ہر در اک رستہ ہے

جو موت کو جاتا ہے

اور موت بھی اک رستہ ہے

جو بھول بھلیوں میں کھو جاتا ہے(۱۷)

انیس ناگی نے اپنی نظموں میں عہد جدید کے سیاسی، سماجی اور اخلاقی انتشار کو اس طرح پیش کیا ہے کہ فرد کی وجودی صورت حال کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ انیس ناگی کی شاعری میں ہمیں تجربہ، مشاہدہ، مطالعہ اور ادراک اُن کے اظہاریے میں ملتا ہے۔ اُن کی شاعری میں تصنع نہیں ہے بلکہ حقائق کی منظر کشی واضح دکھائی دیتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ Shanul Haq Haqi, Oxford English Urdu Dictionary, Karachi: Oxford University Press, 2014, P.207

2۔ James Mallory, Callins Concise Encyclopedia, London: Collins, 1977, P.198

3۔ انیس ناگی، بیگانگی کی نظمیں (کلیات)، لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۰ء، ص۴۶۱

4۔ ایضاً، ص۵

5۔ ایضاً، ص۲۷۶

6۔ ایضاً، ص۵۴

7۔ ایضاً، ص۴۶۱

8۔ ایضاً، ص۲۱۰

9۔ ایضاً، ص۶۵۱

10۔ تنویر ساغر، انیس ناگی کی شاعری میں وجودی اصطلاحات، مشمولہ: نئے ادب کا معمار انیس ناگی، مرتبہ: سلیم شہزاد، تنویر ساغر، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۷ء، ص۴۵

11۔ انیس ناگی، بیگانگی کی نظمیں (کلیات)، ص۲۰۶

12۔ شاہین مفتی، جدید اُردو نظم میں وجودیت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۳۷۲

13۔ انیس ناگی، بیگانگی کی نظمیں (کلیات)، ص ۱۱۱

14۔ ایضاً، ص ۴۰۶

15۔ ایضاً، ص ۸۴

16۔ ایضاً، ص ۱۹۵

17۔ ایضاً، ص ۳۲۱

References:

1. Shanul Haq Haqi, Oxford English Urdu Dictionary, Karachi: Oxford University Press, 2014, p.207
2. James Mallory, Callins Concise Encyclopedia, London: Collins, 1977, p.198
3. Anees Nagi, Begangi Ki Nazmain (Kulliyat), Lahore: Takhleeqat, 2000, p.461
4. Ibid., p.5
5. Ibid., p.276
6. Ibid., p.54
7. Ibid., p.461
8. Ibid., p.210
9. Ibid., p.651
10. Tanveer Sagar, Anees Nagi Ki Shayari Mein Wujudi Istalahat, Mashmoola: Naye Adab Ka Mimar Anees Nagi, Murattib: Saleem Shehzad, Tanveer Sagar, Lahore: Book Home, 2007, p.45
11. Anees Nagi, Begangi Ki Nazmain (Kulliyat), p.206
12. Shaheen Mufti, Jadeed Urdu Nazm Mein Wujoodiyat, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2001, p.372
13. Anees Nagi, Begangi Ki Nazmain (Kulliyat), p.111
14. Ibid., p.406
15. Ibid., p.84
16. Ibid., p.195
17. Ibid., p.321